عقیدہ عصمت انبیاء علیہم السلام

تحریر

مفتی عبید الرحمان صاحب

رئیس دارالافتاء والارشاد مردان

مکتبہ دارالتقوی مردان

عقیدہ عصمت انبیاء[1]

حضرت انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے معصوم ہونے کا مسئلہ ضروری نوعیت کے عقائد میں سے ایک ہے، فی الجملہ عصمت انبیاء کرام علیہم السلام پر توامت کا اتفاق ہے البتہ اس کے بعض پہلو کے متعلق ماضی قریب میں کچھ غلط فہمیاں پیش آئی جس کی وجہ سے یہ مسئلہ بحث ومباحثہ کا موضوع بنا اور جانبین کی جانب سے اس پر بہت کچھ لکھا گیا، یہاں اسی مسئلہ کے متعلق کچھ معروضات پیش کی جاتی ہیں، جس سے امید ہے کہ مسئلہ کے تمام ضروری پہلو واضح ہو جائیں گے ان شاء اللہ۔

عصمت کا مفہوم

عصمت کا اصطلاحی معنی کیا ہے؟ متعدد الفاظ کے ساتھ اس کی تعریف کی گئی ہے، تمام تعریفات میں قدرِ مشترک بات یہ ہے کہ: "**اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو ایسی استعداد ملے جس کی وجہ سے وہ قدرت واستطاعت کے باوجود گناہوں سے بچے**"، علامہ سید شریف جرجانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

العِصمة: ملكة اجتناب المعاصي مع التمكن منها.[2]

ترجمہ: "گناہ کی قدرت حاصل ہونے کے باوجود اس سے بچنے کی قوت عصمت ہے"۔

---

[1] یہ مضمون پہلے مجلہ صفدر لاہور کے شمارہ ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ / دسمبر ۲۰۱۹ میں شائع ہو چکا ہے.

[2] التعریفات، ص: ۱۵۰.

اس تعریف سے واضح ہوا کہ معصوم ہونے کے لئے دو باتیں ضروری ہیں ا: گناہوں سے بچنا۔ ۲: قدرت واستطاعت کا بر قرار رہنا، پہلی بات تو ظاہر ہے کیونکہ عصمت کا معنی ہی یہی ہے اور دوسری بات اس لئے ضروری ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام قدرت وبشریت کے باوجود گناہوں سے رکتے ہیں جو ان کی امتیازی خصوصیت ہے، چنانچہ دیگر انسانوں کا گناہوں سے بچنا کوئی لازم نہیں ہے اور فرشتے گو گناہوں کا ارتکاب نہیں کرتے، لیکن ان میں گناہوں کے اسباب ودواعی بھی موجود نہیں ہوتے، یہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی قدسی صفات جماعت ہے جو تمام تر اسباب ودواعی مہیا ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے رکتے ہیں اور ان کا گناہوں سے رکنا کوئی وقتی بات یا امکان کے درجہ میں نہیں ہوتی ہے بلکہ دائمی اور لازمی ہے۔

عقیدہ عصمت کی بنیاد

انبیاء کرام علیہم السلام کا معصوم ہونا اور اس کا اعتقاد رکھنا کیوں لازم ہے؟ عموماً معتزلہ کے نزدیک اس کی بنیاد عقل پر ہے کہ اگر ان حضرات سے بھی کفر یا گناہ کا صدور ممکن ہو تو ان پر یہ اعتماد نہیں کیا جاسکتا کہ اپنے قول وفعل سے جو باتیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق تک پہنچاتے ہیں، وہ اس میں سچے ہیں یا نہیں؟ جب کچھ کاموں میں نفس وشیطان کے وساوس کی وجہ سے بہک سکتے ہیں تو باقی باتوں میں ان پر سو فیصد اعتماد کیونکر کیا جاسکتا ہے؟ یہ عام معتزلہ کا مسلک ہے، اس کے مقابلے میں اکثر اشاعرہ کا موقف یہ ہے کہ عصمتِ انبیاء کرام کی بنیاد عقل پر

نہیں ہے، یعنی عقلاً معصوم ہونا کوئی لازم نہیں ہے، لیکن شرعی دلائل سے چونکہ یہ بات ثابت ہوچکی ہے، اس لئے اس کا اعتقاد رکھنا لازم ہے۔

قاضی شوکانی صاحب وغیرہ نے بعض اشاعرہ کے حوالہ سے نقل فرمایا کہ عقل ونقل دونوں کے لحاظ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا معصوم ہونا ضروری ہے[1] اور حقیقت بھی یہی ہے کہ درجِ بالا دونوں باتوں کے ملانے میں کوئی منافات نہیں ہے اور دونوں ہی بنیادوں پر یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے، اکثر اشاعرہ نے عقل کو بنیاد شاید اس لئے قرار نہیں دیا کہ ان کے نزدیک کسی چیز کا شریعت کے نظر میں حسن یا قبیح ہونا عقلی نہیں ہے بلکہ شرعی ہے، اس لئے اس تعبیر کو اختیار کرنے سے احتراز فرمایا۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے ان دونوں باتوں میں ایک اور طرح سے تطبیق دی ہے کہ کفر، اللہ تعالیٰ کے ذات کے بارے میں جہالت، تبلیغِ دین میں غلطی، کوتاہی یا جہالت سے معصوم ہونا تو عقلی اور نقلی دونوں قسم کے دلائل سے ثابت ہے لیکن تبلیغی اور دینی امور کے علاوہ ذاتی کاموں میں گناہ سے معصوم ہونے کی بات عقلاً لازم نہیں ہے بلکہ دلیل نقلی ہی سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔[2]

دلیلِ عصمت

عقلی ونقلی، ہر لحاظ سے عصمت انبیاء کا لازم ہونا معلوم ہوتا ہے جس کی طرف کچھ اشارہ سابقہ عنوان کے تحت کیا گیا، امام رازی رحمہ اللہ نے اس موضوع

---

[1] إرشاد الفحول إلى تحقيق الحقّ من علم الأصول، ج١ص٩٨.

[2] المستصفى من علم الأصول، ج١ص٢٧٤.

پر اپنے رسالہ "عصمۃ الانبیاء" میں اس مسئلہ کے پندرہ مختلف دلائل ذکر فرمائے ہے، یہاں سب کی تفصیل ممکن نہیں، صرف ایک دو دلائل کو اختصار کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔

نقلی دلیل:

آیت کریمہ "{لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ} [البقرة : ١٢٤]"۔

"میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچے گا"

اس آیت سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ معصیت کا مرتکب ظالم ہوتا ہے اور آیت کے مطابق ظالم کو عہدہ امامت حاصل نہیں ہوسکتا، اب اگر امامت سے نبوت مراد ہو تو عبارۃ النص کے طور پر ظالم کو نبوت نہیں مل سکتی، اور اگر نبوت کے علاوہ خلافت وامامت مقصود ہو، تو دلالۃ النص کے طور پر ثابت ہوتا ہے کہ نبوت ظالم کو نہیں مل سکتی، کیونکہ بلاشبہ نبوت امامت سے بڑھ کر مرتبہ ہے، جب امامت کا منصب ظالم کو نہیں مل سکتا تو نبوت بھی نہیں مل سکتی۔

وہ تمام آیات واحادیث بھی عصمت انبیاء کے ضروری ہونے کی دلیل ہیں جن میں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی اقتدا کرنے کا حکم دیا گیا، کیونکہ اگر انبیاء کرام علیہم السلام معصوم نہ تھے اور خدانخواستہ معاصی کے مرتکب تھے تو غیر مشروط طور پر ان کی اقتدا کرنے کا حکم نہ دیا جاتا، ورنہ تو معاصی میں بھی اقتداء کرنے کا حکم دیا گیا، جبکہ یہ شرعاً بھی محال ہے کہ قرآن وسنت میں کہیں معصیت کا حکم نہیں دیا جاسکتا، اور ساتھ عقلاً بھی ناقابل فہم ہے، کیونکہ معصیت تو نام ہی

شریعت کے حکم توڑنے کا ہے، جب شریعت میں اس کے کرنے کا حکم دیا گیا تو معصیت کہاں رہا؟

عقل کی روشنی میں

عقلی لحاظ سے نبوت کے لئے معصوم ہونا کیوں لازم ہے؟ اس کی ایک بے تکلف وجہ تو سابقہ عنوان کے تحت ذکر کی گئی، ساتھ ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ عہدہ نبوت ہو یا مقام رسالت، حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انتخاب وچناؤ کے نہایت بلند مناصب ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کے پیغامات واحکامات بندگان خدا تک پہنچائے جاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس میں اگر ایک طرف بے پناہ عقل وفہم کی ضرورت ہے تو ساتھ نہایت امانت ودیانت بھی لازم ہے،خود اپنی ذات کی حد تک بھی اور اللہ تعالیٰ کے پیغام پہنچانے میں بھی،ورنہ نعوذ باللہ پیغام رسانی میں خیانت کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا صحیح پیغام انسانوں تک نہیں پہنچ پائے گا اور ذاتی زندگی کے اندر خیانت یا بے راہ روی اور معاصی کے ارتکاب کرنے کی صورت میں ان کی بات ناقابلِ یقین بن جائے گی جس سے سارے دین کی بنیاد منہدم جائے گی اور ساتھ یہ نقصان بھی ہوگا کہ خود ان کی بات میں تاثیر کی کیفیت برقرار نہیں رہے گی، نیز ان کی اقتداء کرنے کا حکم دینا بھی غلط ہو جائے گا اور گمراہ لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے انتخاب پر انگلی اٹھانے کا موقع ملے گا، جبکہ یہ سارے لوازم بداہۃً غلط ہیں، لہٰذا انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا معصوم ہونا ضروری ہے۔

دنیا میں بھی روز مرّہ کا مشاہدہ ہے کہ عقل مند لوگ کوئی بڑا اور کلیدی نوعیت کا عہدہ اسی شخص کے سپرد کرتے ہیں جس پر ہر لحاظ سے اعتماد ہوتا ہے کہ وہ میری مخالفت بھی نہیں کرے گا اور اس عہدہ کے تقاضے بھی اچھی طرح نبھا سکے گا، یہی حال منصب نبوت کا بھی ہے، البتہ انسان کے انتخاب واعتماد میں بسا اوقات غلطی بھی ہو جاتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا علم چونکہ کامل اور محیط ہے اس لئے وہاں ایسی غلطی کا تصور نہیں ہو سکتا، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ ایک جگہ بیان فرماتے ہیں:

"دنیا کے تقرّب اور خواصی کے لئے سراپا اطاعت ہونا ضروری ہے، اپنی مخالفوں کو اپنی بارگاہ میں کون گھسنے دیتا ہے اور مسند قرب پر کون قدم رکھنے دیتا ہے؟ اس لئے یہ ضرور ہے کہ وہ مقرب جن پر اسرار ومافی الضمیر آشکارا کئے جائیں یعنی اصول احکام سے اطلاع دی جائے، ظاہر وباطن میں مطیع ہوں، مگر جس کو خداوند علیم وخبیر باعتبار ظاہر وباطن مطیع وفرمانبردار سمجھے گا، اس میں غلطی ممکن نہیں"۔[1]

عصمت کن چیزوں سے؟

ا: کفر وشرک سے معصوم ہونے کا اعتقاد لازم ہے، جن شخصیات کو نبوت یا رسالت کے عظیم منصب سے نوازا جاتا ہے وہ کبھی کفر وشرک کے قریب نہیں جاتے، اور ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ کسی نبی سے کفر یا شرک صادر ہو جائے (نعوذ باللہ)، اس بات پر امت کا اتفاق ہے البتہ بعض شیعہ کے خیال میں بطور تقیہ کفر کا

---

[1] حجۃ الاسلام، مجموعہ رسائل قاسمیہ، ص ۳۳۴

صادر ہونا ممکن ہے (لیکن چونکہ ان کی زعم کے مطابق ایسا کرنا کفر نہیں ہے اس لئے کفر سے معصوم ہونے کی بات متفق ہے)۔

۲: تبلیغ ورسالت کے باب میں جھوٹ سے معصوم ہونے کا عقیدہ رکھنا بھی لازم ہے اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ کسی نبی سے دینی امور کے تبلیغ واشاعت میں جھوٹ صادر ہو جائے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

۳: ذاتی افعال کی حد تک کسی نبی سے (قصداً) گناہ کبیرہ کا صادر ہونا ممکن ہے یا نہیں؟ تقریباً تمام اہلِ حق کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے قصداً گناہ کبیرہ صادر نہیں ہو سکتا، بلکہ بہت سے اصولیین نے اس پر امت کا اجماع بھی نقل فرمایا ہیں۔

۴: ایسے صغیرہ گناہ جن سے کمینہ پن اور پستی ظاہر ہوتی ہو اور ذلت ونفرت پیدا ہو جانے کے موجب ہوں، مثلاً چھوٹی چھوٹی چیزوں کو چوری کرنا، ان جیسی باتوں سے بھی انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہیں، اس پر بھی امت کا اتفاق ہے۔

۵: وہ صغیرہ گناہ جو ذلت ورسوائی کا ذریعہ نہ ہو، اس کے متعلق اختلاف ہے، بعض اہل علم کے نزدیک اس کا صدور ممکن ہے جبکہ اکثر اہلِ علم کے نزدیک حضرات انبیاء کرام کی ہستیاں اس سے بھی معصوم ہیں کہ قصداً صغیرہ گناہ کا ارتکاب کریں، اہل سنت والجماعت کے ائمہ ،امام ابو منصور ماتریدی اور امام ابو الحسن اشعری رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے کہ جس چیز پر معصیت اور گناہ کا اطلاق

ہوتا ہے انبیاء کرام اس سے معصوم ہیں البتہ اگر سہو یا غیر ارادی طور پر بسا اوقات ایسا کچھ صادر ہو جائے تو بعید نہیں، چنانچہ علامہ صابونی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

اتفق اهل السنّة والجماعة أنّهم معصومون عن الكفر والكبائر، وقال بعضهم: يجوز منهم الصغائر. وقال بعضهم: لانُطلق على فعلهم اسم الذنب صغيرا كان أو كبيرا ولكن نجوّز منهم الزّلل. وقال الشّيخ ابو المنصور (الماتريدي) رحمه الله: يجوز منهم ترك الأفضل لا ترك المامور وإتيان المنهي.[1]

ترجمہ: "اہل سنت والجماعت کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کا کفر اور کبائر سے پاک ہونا متفقہ مسئلہ ہے، بعض علماء کے نزدیک انبیاء علیہم السلام سے صغیرہ گناہ کا سرزد ہونا ممکن ہے، جبکہ بعض دیگر کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے کسی کام کو صغیرہ یا کبیرہ گناہ کہنا درست نہیں، البتہ ان سے لغزش کا صادر ہونا ممکن ہے، امام ابو منصور ماتریری رحمہ اللہ کی نزدیک انبیاء علیہم السلام سے خلاف اولی کام کا صادر ہونا ممکن ہے البتہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی یا ناجائز کام کا کرنا ان سے نہیں ہو سکتا"۔

علامہ عبد العزیز بخاری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

قال الشيخ أبو الحسن الأشعري رحمه الله في عصمة الأنبياءوليس معنىٰ الزلة أنهم زلوا عن الحق إلىٰ الباطل وعن الطاعة إلىٰ المعصية ولكن معناها الزلل عن الأفضل إلىٰ الفاضل والأصوب إلىٰ

---

[1] المنتقى من عصمة الأنبياء، للإمام نور الدّين الصابوني،ص٢٩.

الصواب وكانوا يعاقبون لجلال قدرهم ومنزلتهم ومكانتهم من الله تعالى.[١]

ترجمہ:"عصمت انبیاء علیہم السلام کے بارے میں ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ ان حضرات کی لغزش کا ہرگز یہ معنی نہیں کہ وہ حق کی جگہ باطل یا فرمانبرداری کی جگہ نافرمانی اختیار کریں، بلکہ لغزش کا معنی ہے زیادہ بہتر کام کے مقابلہ میں کم بہتر کام اختیار کرنا، ہاں اللہ کے ہاں مقرب اور عالی شان مقام ومرتبہ پر فائز ہونے کی وجہ سے اس قسم باتوں پر بھی انہیں تنبیہ کی جاتی ہے"

امام رازی رحمہ اللہ نے اس موضوع پر ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے جس میں مسئلہ کی تقریر کرنے پر دسیوں دلائل ذکر فرمائے ہیں، اس میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

والذي نقول: إن الأنبياء عليهم الصلاة والسلام معصومون في زمان النبوة عن الكبائر والصغائر بالعمد. أما على سبيل السهو فهو جائز.[٢]

ترجمہ:"ہماری رائے یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام نبوت کے بعد قصدا ہر قسم صغیرہ کبیرہ گناہ سے پاک ہوتے ہیں، البتہ ان سے غلطی کے طور پر کچھ سرزد ہونا ممکن ہے"۔

ایک دوسری کتاب "المحصول" میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

---

[١] كشف الأسرار شرح أصول البزدوي،باب أفعال النبي،ج٣ ص٢٠٠.

[٢] عصمة الأنبياء للإمام الرّازي رحمه الله،ص٤٥.

والذي نقول به أنه لم يقع منهم ذنب على سبيل القصد لا صغيرا ولا كبيرا أما السهو فقد يقع منهم لكن بشرط أن يتذكروه في الحال وينبهوا غيرهم على أن ذلك كان سهوا.[1]

ترجمہ: "ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے قصداً صغیرہ یا کبیرہ گناہ سرزد نہیں ہو سکتا، البتہ غلطی سے کچھ صادر ہونا ممکن ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس پر بھی انہیں فوراً تنبیہ کی جاتی ہے، اور دوسروں کو بھی واضح کیا جاتا ہے کہ یہ کام ان حضرات سے غلطی کے طور پر صادر ہوا تھا (تاکہ لوگ اس قسم خطا میں ان کی اتباع نہ کریں)"

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے بڑی تفصیل سے اس پر گفتگو فرمائی ہے اور جن اہل علم کے نزدیک صغائر کا صدور ممکن ہے، ان کے جواب کے لئے ایک مستقل باب باندھا ہے جس میں ان کے مستدلات کے جوابات ذکر کئے ہے۔[2]

علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

واختلف فيه فقيل تجب عصمتهم من الكبائر مطلقا دون الصغائر عمدا، والمختار العصمة عنهما لا الصغائر غير المنفّرة خطأ أو سهوا.[3]

"عصمت انبیاء کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے: بعض کے نزدیک کبائر سے وہ بالکل محفوظ ہوتے ہیں اسی طرح صغیرہ گناہ بھی قصداً ان سے صادر نہیں ہو سکتا۔ تاہم

---

[1] المحصول للرازي، ج٣ص ٢٢٥.

[2] الشفا بتعريف حقوق المصطفى، الباب الاول،الفصل الثالث عشر الرد على من أجاز عليهم من الصغائر، ج٢٣٥٣.

[3] المسامرة في العقائد المنجية في الأخرة، ص١٩٥.

درست بات یہی ہے کہ وہ صغیرہ اور کبیرہ ہر قسم گناہ سے پاک ہوتے ہیں، البتہ جن صغیرہ گناہوں سے آدمی قابل نفرت نہیں بنتا وہ بھولے سے یا غلطی سے صادر ہو جانا ممکن ہے"۔

علامہ قاضی عیاض، علامہ عبد العزیز فرہاروی رحمہ اللہ وغیرہ بعض محققین تو سہواً بھی صغائر کے صادر ہونے کے قائل نہیں ہیں، چنانچہ امام تاج الدین سبکی اپنا اور اپنے والد امام تقی الدین سبکی رحمہ اللہ کا موقف ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

والذي نختاره نحن وندين الله تعالیٰ عليه انه لا يصدر عنهم ذنب لا صغير ولا كبير لا عمدا ولا سهوا وان الله تعالیٰ نزه ذواتهم الشريفة عن صدور النقائص وهذا هو اعتقاد الشيخ الإمام الوالد أيده الله وعليه جماعة منهم القاضي عياض بن محمد اليحصبي.[1]

ترجمہ: "ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے کسی قسم گناہ صغیرہ یا کبیرہ قصداً یا سہواً کسی طرح صادر نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ نے ان کے پاک نفوس کو ہر قسم عیب سے پاک پیدا فرمایا ہے، یہ میرے والد ماجد اور اکثر علماء کرام جیسے قاضی عیاض وغیرہ کی رائے ہے"۔

علامہ فرہاروی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

---

[1] الإبهاج في شرح المنهاج، الكتاب الثاني في السنة،الباب الأول في أفعاله صلى الله عليه وسلم، ج٢ص ٢٦٣.

للمتكلمين فيها كلمات غير مرضية، والمختار عندي أنّهم معصومون عن وساوس الشّيطان وعن الكذب والكبائر والصّغائر عمدا وسهوا.[1]

ترجمہ:"متکلمین کا عصمت انبیاء علیہم السلام کے بارے میں بعض غلط اراء ہیں: ہمارے نزدیک وہ ہر قسم شیطانی وساوس جھوٹ، صغیرہ ،کبیرہ گناہ سے خواہ قصداہو یا سہوا پاک ہوتے ہیں"۔

یہی بات امام قرطبی وغیرہ مفسرین نے بھی ذکر فرمائی ہیں۔

واضح رہے کہ درجِ بالا تفصیل کے مطابق بہت سے اہل حق علماء کے نزدیک سہو ونسیان کی وجہ سے صغیرہ گناہ کا صادر ہونا ناممکن نہیں ہے لیکن قصد وارادہ کے بغیر جب کوئی کام صادر ہوتا ہے تو اس پر گناہ کا اطلاق نہیں ہوتا،اس لئے غلطی اور بھول کی وجہ سے صادر ہونے والے افعال اس بحث سے خارج ہیں۔

عصمت کی ابتداء

علمِ کلام اور اصولِ فقہ کی بعض کتابوں میں یہ بحث ذکر کی جاتی ہے کہ عصمت کا وقت کب شروع ہوتا ہے، نبوت سے پہلے یا اس کے بعد؟ یعنی کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ نبوت سے پہلے کسی نبی سے درجِ بالا "موانع عصمت "میں سے کوئی مانع صادر ہو جائے یا نبوت ملنے سے پہلے بھی ایسا نہیں ہو سکتا؟ اس بحث کی اہمیت وافادیت تو اپنی جگہ، لیکن بہت سے محقّق اصولیین اس بحث کو غیر ضروری

---

[1] مرام الكلام في عقائد الإسلام، الكلام في عصمة الأنبياء،ص۱۹۱. ولاحظْ "الشفاء" ،فصل في الرد على من أجاز عليهم الصغائر، ج۲ص۱۵۵.

قرار دیتے ہیں کیونکہ نبوت ورسالت سے پہلے شریعت نازل نہیں ہوتی جس کے ترازو میں کسی کے قول وفعل کو تول یہ نتیجہ نکالا جائے کہ یہ کام جائز ہے یا ناجائز، ایسا کرنا تو نبوت ملنے اور تکلیفی احکام کے نازل ہو جانے کے بعد ہی ممکن ہے، تاہم کفر وشرک اور موجبِ ذلت ونفرت امور سے اجتناب بہر حال لازم ہے۔

علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

قد اختلف في عصمتهم من المعاصي قبل النبوة فمنعها قوم وجوزها آخرون والصحيح إن شاء الله تنزيههم من كل عيب وعصمتهم من كل ما يوجب الريب فكيف والمسألة تصورها كالممتنع فإن المعاصي والنواهي إنما تكون بعد تقرر الشرع.[١]

ترجمہ: "نبوت سے پہلے انبیاء علیہم السلام سے گناہ کے سرزد ہونے کے بارے میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک ناممکن جبکہ دیگر بعض کے نزدیک ممکن ہے، البتہ درست بات یہ ہے کہ: وہ ہر قسم عیب اور شک پیدا کرنے والی بات سے پاک ہوتے ہیں، ایسا کیوں نہیں ہوگا؟ جبکہ اس مسئلہ (معاصی صادر ہونے) کا تصور بھی گویا نہیں ہو سکتا کیونکہ معاصی اور منہیات تو شریعت آنے کے بعد ہوتے ہیں"۔

---

[١] الشفا بتعريف حقوق المصطفى مع حاشية الشمني،القسم الثالث، الباب الاول،ج٢ص ١٤٧.

شیخ محمد عوامہ زید مجدہم نے مصر کے مشہور حنفی عالم علامہ بخیت مطیعی رحمہ اللہ کے حوالہ سے یہ موقف کافی تفصیل سے نقل کرکے خود بھی اسی طرف رجحان ظاہر فرمایا ہے۔[1]

امکان اور وقوع کا فرق

علم کلام کی بہت سی کتابوں میں جہاں "مسئلہ عصمت" کے متعلق متعدد اقوال نقل کئے جاتے ہیں، وہاں بعض اہل حق کا بھی یہ موقف نقل کیا جاتا ہے کہ کبائر کا صادر ہونا ممکن ہے، بعض صغائر کے عمداً صادر ہونے کے بھی قائل ہیں، اس کے متعلق ایک تو جمہور اہل حق کے راجح قول ہی کو ملاحظہ کرلینا چاہئے اور ساتھ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ یہ اختلاف امکان کے متعلق ہے یعنی کیا حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے ان باتوں کا صادر ہونا ممکن ہے یا نہیں؟ عملی طور پر صادر ہونے سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

لہٰذا اگر ان مختلف اقوال میں سے جمہور کے قول کو چھوڑ کر بعض ان لوگوں کا قول بھی اختیار کیا جائے جو کبائر یا صغائر کے امکانِ صدور کے قائل ہیں تو بھی عملی طور پر "عصمتِ انبیاء کرام" پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا اور کسی کے بات کے ممکن ہونے سے اس کا واقع ہونا لازم نہیں آتا، بلکہ وقوع کے لئے مستقل دلیل کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ انبیاء کرام علیہم السلام سے طہارت و عصمت کے علاوہ کچھ منقول ہی نہیں ہے۔

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: حجية افعال الرسول للشيخ محمد عوّامة، ص١٦.

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لمْ يعبد الصنم ولمْ يشرك بالله طرفة عين ولمْ يرتكبْ صغيرة ولا كبيرة قطُّ.[1]

ترجمہ: "انہوں نے نہ بتوں کی پوجا کی نہ ذرابرابر شرک یا صغیرہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا۔"

علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ "عصمت انبیاء" کے متعلق مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد، علامہ لقانی کی شرح "اتحاف المرید" سے نقل فرماتے ہیں:

هذا الاختلاف إنّما هو في جواز الوقوع وعدمه، لا في الوقوع نفسه.[2]

ترجمہ: "یہ اختلاف اس بارے میں ہے کہ ان سے گناہ کا صادر ہونا ممکن ہے یا نہیں گناہ کے سرزد نہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے"۔

شرحِ عقائد کی عبارت کا تجزیہ

ہمارے ہاں درسِ نظامی میں چونکہ بنیادی طور پر عصمت انبیاء کا مسئلہ "شرح عقائد" ہی میں پڑھایا جاتا ہے اور اس کے علاوہ علمِ کلام کی کوئی مستقل کتاب داخلِ درس نہیں ہے اس لئے عموماً نظریہ وعقیدہ وہی سے اختیار کیا جاتا ہے، وہاں جو مذہب راجح کے طور پر ذکر کیا جاتا ہے اسی کو عقیدہ سمجھا جاتا ہے، اکثر مسائل کی حد تک یہ بات درست بھی ہے کیونکہ علامہ تفتازانی رحمہ اللہ نے بڑی محنت اور

---

[1] الفقه الاكبر مع شرح الإمام علي القاري، ص١٨١.

[2] نسمات الأسحار،ص٢٠٦.

عرق ریزی سے اس کتاب کو ترتیب دیا تھا شاید اسی کی وجہ ہے کہ علم کلام کی کتابوں میں اس کو ایک نہایت مستند کتاب کی حیثیت حاصل ہے، تاہم ایک آدھ مسئلہ میں مرجوح اقوال بھی اس میں موجود ہیں، جس پر جگہ جگہ شارحین تنبیہ بھی فرماتے ہیں خصوصاً علامہ عبد العزیز فرہاروی رحمہ اللہ کہ وہ بڑے التزام کے ساتھ ایسی جگہ کی نشاندہی کرتے ہیں، مسئلہ عصمت انبیاء کے متعلق بھی ایسا ہی ہوا، چنانچہ "شرحِ عقائد" کی عبارت ہے:

وفي عصمتهم عن سائر الذنوب تفصيل: وهو أنّهم معصومون عن الكفر قبل الوحي وبعده بالإجماع وكذا عن تعمّد الكبائر عند الجمهور خلافا للحشوية، وإنّما الخلاف في أنّ امتناعه بدليل السمع أو العقل، وأمّا سهوا فجوّزه الأكثرون، أمّا الصغائر فيجوز عمدا عند الجمهور خلافا للجبائي وأتباعه، ويجوز سهوا بالإتّفاق إلّا ما يدلّ على الخسّة.[1]

ترجمہ: "انبیاء کا تمام گناہوں سے محفوظ ہونے کے بارے میں کچھ تفصیل ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: نبوت ملنے سے پہلے اور بعد وہ کفر اور قصداً کبیرہ گناہ سے بہر حال محفوظ ہوتے ہیں، چنانچہ علماء کرام کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ ان سے گناہ کا بالکل سرزد نہ ہونا یہ عقل کی بنیاد پر ہے یا نص کی وجہ سے؟ البتہ غلطی میں ان سے گناہ کا سرزد ہونا بعض کے نزدیک ممکن ہے، اسی طرح قصداً صغیرہ گناہ کا سرزد ہونا بھی جمہور علماء کے نزدیک ممکن ہے، البتہ جبائی اور اس کے متبعین کے نزدیک

---

[1] شرح العقائد النسفية مع شرحه النبراس،ص٤٥٦.

ممکن نہیں، البتہ جن صغیرہ گناہوں سے کمینہ پن معلوم نہیں ہوتاان کاصادر ہونابالاتفاق ممکن ہے۔"

اس عبارت کی وجہ سے بعض اہل علم نے بھی یہ موقف اختیار کیا کہ سہواً کبائر کاصدور حضرات انبیاء کرام سے ممکن ہے اور صغائر کا تو قصداً بھی صادر ہونا ممکن ہے،اگر یہ بات یہی تک ٹھہرتی ہے تو پھر بھی کچھ قابل برداشت ہوتی، لیکن ایک تو اندازِ بیان میں بعض اوقات حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے مقام ومنصب کے ساتھ جو کچھ ادب وشائستگی کی پابندی کرلینی ضروری ہے،اس کی رعایت نہیں رکھی جاتی، دوسری بڑی غلطی یہ کی جاتی ہے کہ امکان اور وقوع کے درمیان فرق کالحاظ نہیں رکھاجاتا،اور ساتھ یہ زیادتی بھی کی جاتی ہے کہ جن قدیم ومعاصر علماء کے نزدیک کبائر کاصدور مطلقاًاور صغائر کاعمدًا یامطلقاًصادر ہونا ممکن نہ ہو،ان پر نکیر کی جاتی ہے اور ان کو طرح طرح کے الزامات دئے جاتے ہیں جوکہ کسی اجتہادی مسئلہ میں قطعاًدرست نہیں ہے۔

خیر،علامہ عبد العزیز فرہاروی وغیرہ شارحین نے یہاں بھی بجاطور پر یہ تنبیہ فرمائی ہیں کہ اس عبارت میں دوباتیں جمہور اہلِ اشاعرہ کے موقف کے مطابق نہیں ہے:

الف: کبائر کاسہواًصادر ہوناممکن ہے۔

ب: صغائر عمداًبھی صادر ہونامانع عصمت نہیں ہے۔[1]

---

[1] ملاحظہ فرمائیں: النبراس ٤٥٦، مکتبہ بشریٰ

نصوص کا محمل

جن آیات یا احادیث میں بعض انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے متعلق ایسے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جو گناہ یا معصیت کے ارتکاب کرنے پر دلالت کرتے ہیں، ان جیسی نصوص کے متعلق اہلِ حق کا ہمیشہ سے یہ ضابطہ رہا ہے کہ اگر قابل اعتماد طریقے سے ایسی کوئی نص ثابت نہ ہو جائے تب تو اس کو رد کریں گے اوراس کی وجہ سے مسئلہ عصمت انبیاء کرام کے بارے میں کوئی اشکال پیدا نہیں ہو گا، لیکن اگر کہیں کسی قابلِ اعتماد طریقے سے ایسی کوئی نص ثابت ہو جائے جیسا کہ خود قرآن کریم نے سیدنا حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام یا دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے بارے میں "عصیان" کا لفظ استعمال فرمایا ہے تو اس میں کوئی ایسی تاویل کرنی ضروری ہے کہ نص کا انکار بھی لازم نہ آئے اور کسی نبی کی طرف گناہوں کی نسبت بھی نہ ہونے پائے۔

مثلاً یہ تاویل کی جائے کہ نبوت سے پہلے غلطی و بھول کی وجہ سے ایسا ہوا تھا، یا جن علماء کے نزدیک عمداً یا سہواً صغیرہ کا صدور ممکن ہے وہ اس کو صغیرہ پر محمول کریں کہ ہے صغیرہ، لیکن حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی بلند شان اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ قربت وعبدیت کاملہ کے تعلق کی وجہ سے ان کو ایک طرح کی تنبیہ کی گئی ہے، اور زیادہ مناسب توجیہ یہ ہے کہ ایسی نصوص کو ترک افضل پر حمل کیا جائے، اگر کہیں ایسا نہ ہو سکے تو سہو ونسیان کی وجہ سے صغیرہ پر حمل کر دیا جائے، دونوں کے مآل کار میں کوئی زیادہ فرق نہیں ہے لیکن یہ تعبیر زیادہ انسب اس لئے ہے کہ

اس میں کسی نبی کی طرف ظاہری گناہ کی نسبت لازم نہیں آتی، گو نسیان کی وجہ سے صغیرہ کا ارتکاب بھی گناہ نہیں رہ پاتا، علامہ صابونی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ومع ذلك الأولى أن لا نطلق هذة اللفظة في حقّهم كي لا يسبق إلى أوهام الخلق ما تعارفوا من اسم الذنب".[1]

ترجمہ: "بہتر یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں اس قسم الفاظ بھی استعمال نہ کی جائے جن سے لوگوں کے ذہن میں انبیاء سے گناہ کا وہم پیدا ہو"۔

امام شاطبی رحمہ اللہ حضرت موسی علیہ الصلاۃ والسلام کے "قتل قبطی" والے واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ: جب اہل سنت کا اتفاق ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے کبیرہ گناہ صادر نہیں ہوتا اور صغائر گناہ کے صادر ہونے نہ ہونے میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن بہر حال راجح یہی ہے کہ صغیرہ بھی صادر نہیں ہوتا تو اس سے یہ بات خود بخود ثابت ہو جاتی ہے کہ موسی علیہ السلام کا یہ فعل گناہ نہیں تھا، پھر یہ تھا کیا؟ اس کے متعلق آپ کو اختیار ہے کہ چاہے تو کوئی بھی تاویل اختیار کی جائے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ تاویل آیت کریمہ کے ظاہر کے خلاف ہو، نہ ہی شان نبوت کے منافی ہو۔[2]

باقی رہی بات ایسی تمام نصوص کی تاویل و تفسیر کی، جو بظاہر عصمت انبیاء کرام کے خلاف معلوم ہوتے ہیں، تو اس کے متعلق مطولات کی طرف رجوع کرنا

---

[1] المنتقى من عصمة الأنبياء، للإمام نور الدّين الصابوني، ص٣١.

[2] الموافقات، كتاب الأدلة الشرعية، ج٤ص١٢.

مناسب ہے، امام رازی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ "عصمۃ الانبیاء" میں بھی خاصا مواد جمع فرمایا ہے، اسی طرح علامہ شمس الحق افغانی صاحب رحمہ اللہ کے مختصر رسالہ "عصمت انبیاء" میں بھی ان نصوص کی تفسیر و تاویل کا کافی ذخیرہ جمع کیا گیا ہے، ان دونوں کتابوں کی طرف مراجعت کی جاسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فہمِ سلیم اور صراطِ مستقیم نصیب فرمائیں۔

بندہ عبید الرحمن،

۲۶ محرم ۱۴۱ھ